مولای صل وسلم دائما ابدا — درس حدیث — علی حبیبک خیر الخلق کلهم

حضرتِ اقدس پیرومرشد مولانا سید حامد میاں صاحبؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے۔
اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے اِس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے۔ (آمین)

آیتِ مبارکہ کے اَوّلین مصداق حضرت امام اعظمؒ ہیں، قاضیوں کو علماء سے سیکھتے رہنا چاہیے
امام ابوحنیفہؒ کا عہدہ قبول نہ فرمانا دُرست تھا، امام ابو یوسفؒ کا قبول فرمالینا بھی دُرست تھا
انگریز اور مارشل لاء کا کوڑا بہت سخت ہوتا ہے، اِسلام میں کوڑا بہت ہلکا ہوتا ہے
متقی عالم اور مفتی بہت بڑا ولی ہوتا ہے

﴿ تخریج و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

(کیسٹ نمبر 56 سائیڈ A 1986 - 03 - 07)

الحمد للّٰہ رب العالمین و الصلٰوۃ و السلام علٰی خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین امابعد !

یہ روایت تو پہلے گزری ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو سورۂ جمعہ نازل ہوئی اَب سورۂ جمعہ میں ایک آیت آتی ہے **وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ** اور کچھ (لوگ) ایسے ہیں اِنہی میں سے وہ اَبھی تک اِن سے نہیں ملے یعنی بعد میں آنے والے ہیں۔ تو پوچھا کہ یہ لوگ کون ہیں جو اِسی درجے کے اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہوں گے اور اَبھی تک آئے نہیں آنے والے ہیں؟ تو فرماتے ہیں کہ سلمانِ فارسی رضی اللہ عنہ وہاں تشریف فرما تھے حاضر تھے رسول اللہ ﷺ نے اپنا دستِ مبارک اُن کے اُوپر رکھا اور فرمایا کہ اگر ایمان بہت دُور ہو جو نظروں سے بھی اَوجھل ہو جاتا ہے

فاصلہ بھی بہت ہو تو یہ ایسے لوگ ہوں گے لَنَا لَهٗ رِجَالٌ مِّنْ هٰٓؤُلَآءِ [1] اِن میں ایسے لوگ ہوں گے کہ جو اِس کی باریکی کو اور اُس کو پھر بھی حاصل کرلیں گے دُور سے بھی حاصل کرلیں گے۔ اَب اگر دیکھا جائے تو امامِ مالک رحمۃ اللہ علیہ مدینہ طیبہ کے ہیں امامِ شافعی رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی عرب ہیں مکہ مکرمہ کے اور امامِ احمد ابنِ حنبل رحمۃ اللہ علیہ یہ عرب ہیں امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ بنتے ہیں فارسی علاقے کے، ائمہ میں اگر دیکھا جائے تو، اور ایسے لوگوں کو دیکھا جائے کہ جن کے پیروکار خواہ پوری دُنیا میں ہوں تو پھر وہ امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ اِس کا مصداق اوّل درجے میں بنتے ہیں۔

متقی عالم اور مفتی بہت بڑا ولی ہوتا ہے :

یہ حضرات بظاہر تو لگے رہتے تھے حدیثوں میں مسائل میں پڑھنے میں پڑھانے میں لیکن اِن کی سمجھ کی باریکی جو ہے وہ وہ ہے جو نورِ خداوندی سے پیدا ہوئی وی ہے تو اِس لحاظ سے جو میں نے بتایا تھا کہ محی الدین ابن عربیؒ کہتے ہیں کہ ایسے علماء کہ جن میں تقویٰ اور علم اور فراست وغیرہ جمع ہوں، بظاہر وہ علمِ ظاہر کے عالم نظر آتے ہیں کتابیں پڑھتے پڑھاتے ہیں فتوے لکھتے ہیں پوری توجہ اِسی پر، دن اور رات لگے رہتے ہیں اُن کو یہ نہ سمجھو کہ وہ ولی نہیں ہیں بلکہ وہ ایک قسم کے ولی ہیں اور ایک قسم وہ ہے جو سب لوگ سمجھتے ہیں کہ ذکر کر رہا ہے اللہ اللہ کر رہا ہے تو اُسے تو سب ہی سمجھتے ہیں کہ ولی ہے۔ ایک وہ آدمی جو دین کے کام میں منہمک ہے لگا ہوا ہے یکسوئی کے ساتھ اور متقی ہے متقی ہونا شرط ہے ورنہ تو مطالعہ کرے گا اور علم حاصل کرلے گا تقویٰ نہیں ہوگا تو کوئی فائدہ نہیں حاصل کرسکتا دین کو وہ بگاڑ کر رکھ دے گا نقصان کرے گا وہ دُوسروں کے لیے بھی گمراہی کا باعث بنے گا، یہ اہم ترین شرط ہے مفتی میں کہ تقویٰ ہونا ضروری ہے۔

قاضی کے اَوصاف :

قاضی میں بھی ہیں شرائط یہ کہ تقویٰ بھی ہو سمجھداری بھی ہو علم بھی ہو شجاعت بھی ہو، اگر اُس میں ہمت اور حوصلہ نہیں ہے تو ظالم کے خلاف فیصلہ دینے میں تأمل ہوجائے گا اور بھی اَوصاف ہیں سَؤُلًا عَنِ الْعِلْمِ جو چیز نہیں آتی وہ پوچھنے کے لیے جرأت ہونی چاہیے یہ بھی ایک طرح کی ہمت ہوتی ہے کہ آدمی اگر نہیں جانتا تو دُوسرے سے پوچھ لے ورنہ سمجھتا ہے کہ میری تو بڑی توہین ہوجائے گی کیسے پوچھوں میں کسی اَور سے۔

---

[1] مشکوۃ شریف ص ۵۷۶

آیتِ مبارکہ کے اوّلین مصداق حضرت امام اعظمؒ ہیں :

تو امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ اِس کے سب سے اوّلین اور اعلیٰ ترین مصداق بنتے ہیں کیونکہ اُن کے پیروکار جو ہیں وہ دُنیا میں نصف سے زیادہ ہی ہیں پوری مسلمانوں کی آبادی کو اگر دیکھا جائے تو غالبًا نصف سے زیادہ ہیں اور لوگ کہتے ہیں کہ تین حصّے ہیں اور ایک حصّے میں باقی سب حضرات ہیں مالکی بھی شافعی بھی حنبلی بھی۔ آبادی کے لحاظ سے اگر مسلمانوں کی شمار کی جائے تو یہ تناسب بنتا ہے۔

حضرت امام اعظمؒ کی باریک بینی، عام آدمی سمجھتا ہے کہ اِن سے غلطی ہو رہی ہے :

اور خداوندِ کریم نے اُن کو اِسی قدر سمجھ عطا فرمائی تھی باریکیاں اور ایسی باریکیاں کہ لوگ سمجھتے تھے کہ اِن سے غلطی ہو رہی ہے حالانکہ وہ غلطی نہیں ہوتی تھی وہ بالکل ہی صحیح ہوتا تھا ہاں وہاں تک عام سمجھ کا پہنچنا ذرا مشکل تھا۔ اُنہوں نے یوں ہی نہیں کیا کہ اپنے آپ ایسے کیا ہو بلکہ اپنے شاگردوں کو بھی ایسے ہی بنایا اور جہاں دیکھا کہ اِن میں کمی رہتی ہے تو اُن کو تنبیہ کی ہے کہ اَبھی تمہارا علم نامکمل ہے، علم اَور حاصل کرو۔

امام ابو یوسفؒ سامراجی نہ تھے، متقی نڈر اہلِ حق تھے :

امام ابو یوسفؒ بہت بڑے آدمی گزرے ہیں اور اُس زمانے میں میری جو وکلاء اور دُوسرے مختلف الخیال (غیر مذہبی سیاسی) لوگوں سے ملاقاتیں ہوئیں تو وہ پتہ نہیں بادشاہ کے قاضی ہونے کے لحاظ سے اُنہیں کیوں بُرا کہتے ہیں حالانکہ وہ بہت بڑے متقی تھے۔ اُنہوں نے خَراج کے موضوع پر ہارون رشید کی فرمائش پر ایک جواب لکھا اُس کی جو تمہید ہے وہ بہت سخت ہے وہ خوشامدی آدمی تو لکھ ہی نہیں سکتا جو چیزیں اُنہوں نے لکھیں معلوم اُس سے ہوتا ہے کہ بالکل نڈر بے خوف ہو کر صرف خدا کا خوف سامنے رکھ کر لکھیں۔ امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے قاضی ہونا گوارا نہیں کیا اور اُس زمانے میں اُن کے ہم پلہ کچھ اَور حضرات بھی تھے اُنہوں نے بھی نہیں گوارا کیا مسعر بن کدام ہیں اور ایک اَور صاحب ہیں وہ سب کے سب۔

حضرت امام اعظمؒ اور دیگر ائمہ کا قاضی بننے سے اِنکار :

خلیفہ نے بلایا بھی اِن کو مگر امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے معذرت کر دی کہ نہیں میں اِس قابل نہیں، اُس نے کہا نہیں یہ بات غلط ہے آپ اِس قابل ہیں، اُنہوں نے کہا کہ اگر میں نے آپ کے سامنے ہی غلط بات

کردی تو پھر میں اہل نہیں ہوں اِس بات کا واقعی، اور اگر میں سچ کہہ رہا ہوں تو پھر سچ تو سچ ہے تو پھر تو اہل ہوں ہی نہیں، ایک اَور صاحب جو تھے وہ وہاں گئے تو وہاں جا کر ایسے بن گئے کہ جیسے کہ بعضے (مدہوش) ہوتے ہیں جنہیں کوئی تمیز ہی نہیں ہوتی ہوش ہی نہیں ہوتا بعض بچے اچھے ہیں فلاں ہیں فلاں ہیں اِس طرح کی باتیں (بےتکی جن کا) خلیفہ سے کرنے کا کوئی موقع نہیں ہوتا کوئی طریقہ نہیں ہوتا ایسی باتیں کرنے کا، ایسی باتیں تو وہ کرے گا جو مخبوط الحواس ہو تو بادشاہ نے کہا نکال دو اِسے یہ تو اِس قابل ہے ہی نہیں کہ اِنہیں قاضی القضاۃ بنایا جائے، مقصد تھا جان بچانے کا طریقہ نکالنا، کسی نے کوئی طریقہ اختیار کیا کسی نے کوئی اختیار کیا۔

قاضیوں کو علماء سے سیکھتے رہنا چاہیے :

قاضیوں سے غلطیاں بھی ہو رہی تھیں اُن قاضیوں کو یہ چاہیے تھا کہ وہ علماء سے رابطہ رکھیں جو مسئلہ نہیں سمجھ میں آیا وہ پوچھ لیں کہ کیا ہے؟ وہ غلطیاں جب ہوتی تھیں تو پھر امام صاحبؒ کو کوفت بھی ہوتی تھی مسائل بھی پہنچتے تھے کہ ایسے ہو گیا۔ ایک ابنِ ابی لیلیٰؒ ہیں امام ابو یوسفؒ نے بھی اُن سے پڑھا ہے اِن کے اُستاد ہیں، دُوسرے اُن کے اُستاد ابو حنیفہؒ ہیں۔

ابنِ ابی لیلیٰؒ کا غلط فیصلہ :

ابنِ ابی لیلیٰؒ نے ایسے کیا کہ ایک مجنون عورت تھی اُس کو حد لگا دی، حد وہ لگا دی جو تہمت لگانے کی ہوتی ہے۔ کسی کو اُس نے گالی دے دی تھی اور شاید کئی حدیں جمع کر دیں دو آدمیوں کی تین آدمیوں کی حد لگا دی مسجد میں۔ اَب یہ غلط بات ہو گئی بہت کافی غلطیاں اِس کے اندر ہو گئیں۔ اِس پر امام صاحبؒ نے کہا کہ یہ تو امام ہیں بہت غلط بات ہو گئی ایک تو یہ کہ مجنون جو ہے اُس پر تو حد ہوتی ہی نہیں پاگل پر تو حد ہوا ہی نہیں کرتی اُنہوں نے پاگل کو حد لگا دی، ایک یہ کہ گالیاں اُس نے دی ہیں، کئی آدمیوں کو اگر دے دے کوئی گالی ایسی کہ تم حرام زادے ہو یا فلاں ہو تو کئی حدیں نہیں لگائی جائیں گی ایک ہی لگائی جائے گی یہ بھی غلطی اِن سے ہوئی اور جب مدعی تھا ہی کوئی نہیں تو پھر اُنہوں نے خبر پہنچنے پر کیسے لگا دی حد، یہ غلطی اُن سے ہوئی۔ قاعدہ یہ ہے حد لگانے کا کہ کوئی مدعی ہو دعویٰ کرے کہ اِس نے میرے ساتھ یہ زیادتی کی ہے یہ لفظ کہے ہیں تو وہ دعویٰ کرے گا تو قاضی اُس کو کہے گا کہ گواہ بھی لاؤ، وہ گواہ لائے گا پھر فیصلہ دے گا، اگر کوئی گنجائش نہیں نکلتی تو پھر حد لگائے گا گنجائش نکلتی ہے تو تنبیہ کر دے گا تعزیر کر دے گا کوئی چھوٹی موٹی سزا دے دے گا۔ تو وہاں کسی نے دعویٰ بھی

نہیں کیا اور حد بھی لگا دی تو ایک تو یہ کہ کئی حدیں لگا دیں، بلا دعوے کے لگا دیں، پاگل پر لگا دیں اور اُس کے کپڑوں کا بھی اُنہوں نے جو پردہ رکھنا چاہیے تھا اُس کی بھی نہیں کی پابندی، عورت کا پورا پردہ رکھا جائے گا اور ماری جائے گی۔

اِسلام کی نظر میں سزا کا مقصد :

اور مارنے سے مقصد سمجھ لینا چاہیے اِسلام کا اور انگریز کا۔ اِسلام کا مقصد تو ہے کہ ذرا توہین اُس کی ہو خوب اچھی طرح، یہ نہیں ہے کہ چمڑی اُدھیڑ دیں خون نکل جائے یہ نہیں ہے، بس ایک توہین کرنی ہے اور خدا کا ایک حکم ہے کہ اِس طرح اِہانت کرو اُس کی ذلیل کرو اُس کو چوٹ لگتی ہے چھوٹی موٹی تھوڑی بہت، ہاتھ کُھلے چھوڑ دیے باندھے نہیں جاتے وہ بچاؤ کرتا ہے ہاتھ سے کرتا رہے، اور ایک ہی جگہ ماریں یہ بھی نہیں ہوتا ایسے مارے کہ خون نکل آئے یہ بھی نہیں ہوتا، اگر کسی نے ایسے مارا ہے تو وہ جلاد صحیح نہیں ہے اُس کو اِس قابل نہیں سمجھا جائے گا کہ وہ سزا لگا سکے حد نافذ کر سکے، اِس لیے جلاد پھر ہلکی لگائے گا کہیں ایسا نہ ہو کہ خون نکل آئے خون نکل آئے گا تو لینے کے دینے پڑ جائیں گے اُلٹا اُسے۔ تو مقصد ہوتا ہے ذلیل ہی کرنا ایک طرح سے، تو عورت کے کپڑے نہیں اُتارے جاتے ویسے ہی لگا دی جاتی ہے کوئی بہت مریض ہے اور حد فرض ہو چکی ہے ثبوت بھی مل گیا تو اُس کے لیے کھجور کا ایک گٹھا لیں گے جس میں سو شاخیں ہوں وہ ایک بار مار دیا جائے گا جیسے حضرتِ ایوب علیہ السلام کا قرآنِ پاک میں آتا ہے سورۂ صٓ میں کہ خُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ اِسی طرح اِس کا بھی کیا جائے گا تو اِسلام کا تو مقصد ہے یہ۔

انگریز کی نظر میں سزا کا مقصد :

انگریز کا مقصد یہ تھا کہ اِنہیں ایسی سزا دو کہ اِن کی کمر ہی سیدھی نہ ہو سکے اور چھ مہینے کے لیے لیٹے ہی رہیں اور کھال جو ہے وہ کبھی بھی ٹھیک نہ ہونے پائے، کوڑے تیس اگر لگ جائیں کسی کو جیل والوں کے، جیلر کو شاید تیس تک کا اختیار ہے چودہ پندرہ تک لگا سکتا ہے بہت ہی خاص کیس ہو تو تیس تک کا اختیار ہے۔ وہ کہتے ہیں تیس کوڑے اگر لگ جاتے ہیں تو وہ آدمی اُٹھ کر پیشاب نہیں کر سکتا اگر وہ پیشاب کرنے کے لیے اُٹھ کر بیٹھے گا تو قدرتی طور پر آگے کو جھکتا ہے آدمی بیٹھنے کے لیے تو اُس کی کمر کے زخم کُھل جائیں گے۔

انگریز کے جلّاد :

مجھے ایک جیلر بتلا رہے تھے کہ کوڑے لگانے والے آئے، ساہیوال سے منگوائے گئے تھے ماہر، یہاں دونوں کے اَندر ماہر کا بھی فرق ہوگیا، اسلام میں ماہر وہ ہے کہ کوڑا بھی لگ جائے اور زخم بھی نہ ہو، (مگر اَنگریز کے) یہاں ماہر وہ ہے کہ جو زیادہ سے زیادہ ضرب پہنچا سکے۔ جب تحریک چل رہی تھی ختم نبوت والی تو سردیاں تھیں لوگ آئے بستر سمیت تو دو ساہیوال سے آئے ہوئے تھے کوڑے مارنے والے ماہر، اُنہوں نے اپنے اپنے فن کا مظاہرہ کیا تو اُنہوں نے کہا کہ اِس بستر پر مار کر دِکھاؤ تو اُنہوں نے اُس بستر بند پر مارا ایک کوڑا، تو بستر بند پھٹ گیا اندر شاید دَری تھی یا کیا چیز تھی وہ بھی پھٹ گئی۔ پھر جو بھی کپڑا ہوگا رضائی وغیرہ کا یا گدے کا وہ پھٹ گیا اور روئی تک وہ پہنچ گیا جب اُس نے ایسے اُٹھایا ہے تو روئی باہر آ گئی اور وہ پھٹ گیا، دُوسرے نے بھی مظاہرہ کیا تو اُس کا بھی یہی ہوا دونوں ہی کامل (وحشی) تھے، اَب یہ لوگوں کو کوڑے ماریں گے تو یہ تو انگریز والے کوڑے ہیں اِن کا تو تصور ہی اِسلام میں نہیں ہے جرم ہے یہ اِسلام میں۔ یہ مارشلاء کا نام ہوتا ہے کہ مارشلاء کے کوڑے ہیں مگر مارشلاء میں بھی نہیں ہیں۔ مجھے ایک فوجی افسر ہیں بڑے اُنہوں نے بتلایا کہ فوج میں کسی فوجی کو کوڑے کی سزا نہیں دی جاسکتی کیونکہ ہے ہی نہیں قانون میں یہ [1] کورٹ مارشل جب کیا جائے گا کسی کا بھی تو اُسے فوج میں کوڑوں کی سزا دی ہی نہیں جاتی کیونکہ کوڑے وہاں قانون میں ہے ہی نہیں سرے سے۔ یہ تو انگریز کے ہیں نوآبادیات کے لیے غلاموں کے لیے۔ بات ابن ِابی لیلیٰؒ کی ہورہی تھی اُن سے یہ ہوا۔ اچھا مسجد میں حد نہیں لگائی جاسکتی کسی کو، مسجد کے باہر لگائی جائے گی تو ایک دو تین نہیں چھ سات غلطیاں ہوگئیں تقریبًا، اَب اِس کا چرچا ہوا۔

حضرت امام اعظمؒ کی بادشاہ سے شکایت :

ابن ِابی لیلیٰؒ نے شکایت کی (غالبًا بادشاہ سے) کہ یہ نہ تو خود قاضی بنتے ہیں اور میں فیصلے دیتا ہوں تو تنقید کرتے ہیں مگر ابن ِابی لیلیٰؒ کو شکایت نہیں کرنی چاہیے تھی بلکہ امام اعظمؒ اور دیگر علماء سے پوچھتے رہنا چاہیے تھا مشورہ کرتے رہتے ملتے رہتے علمی بات ہوتی رہتی، بہرحال اُنہوں نے بادشاہ سے شکایت کردی ہوگی اِس طرح کی شکایتیں اَور پہنچ گئیں۔

---

[1] البتہ جب مارشلاء آتا ہے تو عوام پر فوج یہی کوڑے برساتی ہے۔

امامِ اعظمؒ کا سیاسی کردار :

بادشاہ کو خود بھی جلن تھی اِن (حضرت امام اعظمؒ) سے ایک طرح سے اور کچھ تھوڑا سا حصہ بغاوتوں میں لیتے رہے مثلاً یہ کہ فتوے دِیے ایک آدھ اُنہوں نے اِس طرح کے بنواُمیہ کے دور میں، بنوعباس نہیں بنواُمیہ کے دَور میں تو سیاسی تو تھے حصہ تو لیتے تھے۔ لڑائی میں تو شامل نہیں ہو سکے، لڑائی میں تو معذرت کر دی تھی کہ میرے پاس اَمانتوں کا بوجھ ہے اگر یہ نہ ہوتا تو میں شامل ہوتا لڑائی میں۔ لوگوں کی اَمانتیں ہیں میں واپس کر نہیں سکتا تو بہت تھیں امانتیں کوئی چار کروڑ کے قریب تھیں۔ ایک کتاب ہے مولانا مناظر احسن گیلانیؒ کی لکھی ہوئی ''امامِ اعظم ابوحنیفہؒ کی سیاسی زندگی'' وہ شاید یہاں مل بھی جاتی ہے اُس میں اِس طرح کے واقعات بھی جمع ہیں

امامِ اعظمؒ نے عہدہ قبول نہ کیا، امام ابو یوسفؒ نے کرلیا، اِس کی وجہ؟ :

بہرحال وہ قاضی نہیں ہوئے امام ابو یوسفؒ قاضی ہوگئے تو اُن کو یہ بُرا سمجھتے ہیں یہ کہتے ہیں کہ وہ سامراجی ذہن کے تھے اور کیا تھے کیا نہیں تھے؟ معاذ اللہ اِس طرح کی باتیں کرتے تھے حالانکہ یہ بات نہیں ہے بلکہ بات اَور ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب تک حکومت جَم نہ جائے اُس وقت تک اگر کوئی آدمی اُس کو ووٹ نہ دے بیعت نہ کرے جیسے آج ووٹ ہے تو اُس کو اجازت ہے اِس کی، جب حکومت جَم جائے پھر نہیں۔ تو امامِ اعظمؒ سے جب منصور وغیرہ نے مطالبہ کیا تھا تو اُن کی قوت جمی ہوئی نہیں تھی ڈانواں ڈول تھی تو جب حکومت ڈانواں ڈول ہوتی ہے تو ہر حاکم یہ چاہتا ہے کہ دُشمن کو کُچلے، جتنا بھی کمزور ہو جائے دُشمن اُس کا نفع ہے، اُس کو کُچلنے کے لیے قانونی کارروائی اختیار کرتا ہے قانونی کارروائی کے لیے وہ قاضیوں کو استعمال کرتا ہے فلخالی نے ایران میں کتنوں کو مروایا ہے صاف کر کے رکھ دیا میدان، جتنے بھی بادشاہ کے چاہنے والے تھے اُن کا صفایا ہی کر دیا اَب کہیں جیل میں بچے کُچے تھے کوئی چھ سات سو آدمیوں کو ایک دم پھانسی دے دی، نہیں مان رہے ہوں گے نہیں باز آرہے ہوں گے کوئی چیز ایسی ہوگی بہرحال کئی سال بعد آکر اَب پھانسی دے دی اُنہوں نے، تو یہ کیفیت جب ہو تو اُس میں قضاء قبول کرنے کا مطلب یہ ہے کہ گویا یہ بات مان لی کہ جو بادشاہ کا منشاء ہوگا وہ ہم پورا کریں گے اُس کے مطابق فیصلہ دیں گے اور (حضرت امام اعظمؒ کے زمانے میں) بادشاہ جو آئے تھے وہ کوئی اِس وجہ سے نہیں آئے تھے کہ غلط کام ہو رہے تھے ہم آکر صحیح کریں گے، نہیں ایک بادشاہت تھی ایک دَور تھا وہ ختم ہوا تو بنوعباس آگئے، منصور کو کہا جاتا ہے'' سَفَّاکْ '' بڑا خون بہانے والا۔ تو اُس وقت وہ دَور تھا پھر

آیا ہے امام ابو یوسف ؒ کا زمانہ وہ بعد کا دَور ہے اُس میں اُن کی حکومت جَم چکی تھی کوئی مخالف رہا نہیں تھا تو اُس دَور میں جب وہ آئے تو پھر (اُن کے ذریعہ) وہ سیاسی فائدہ اُٹھانا بے جا فیصلے کروانا اور ناحق فیصلے کروانا، یہ صورتِ حال نہیں تھی اِس کا خدشہ نہیں رہا تھا تو اُنہوں نے قبول کر لیا تھا۔ تو امامِ اعظم ؒ کا نہ قبول کرنا اپنی جگہ دُرست تھا اور امام ابو یوسف ؒ کا قضاء قبول کر لینا اپنی جگہ دُرست تھا۔

امام ابو یوسفؒ پر اعتراضات مستشرقین کا جھوٹا پروپیگنڈا ہے :

اور جو کہتا ہے کہ یہ متقی نہیں تھے یا غلط تھے یا سامراجی ذہن تھا وغیرہ یہ اُس کی گمراہی ہے بلکہ یہ چیزیں ایسی ہیں کہ جو ولائت میں امریکہ میں کینیڈا میں برطانیہ میں فرانس میں جو مستشرقین ہیں وہ جو اِسلام پر اعتراضات دماغوں میں ڈالتے ہیں اُن میں سے ایک وہم یہ بھی ہے جو دماغوں میں ڈال دیتے ہیں اور وہم کے سوا کچھ نہیں ہے، اب عام اِنسانوں بلکہ خاص لوگوں کو بھی اور جو انگریزی پڑھے ہوئے ہیں اُن کو بھی عربی کا کیا پتا کہ کیا لکھا ہے اِس کے اَندر، وہ کتاب الخراج دیکھیں یا اُن کی اَور چیزیں دیکھیں یا فتوے دیکھیں تو پھر پتا چلے گا۔

امام ابو یوسف ؒ کا عدل تقوی اور معمولی بات پر پچھتاوا :

ایک فیصلہ تھا جو اُن کے پاس آ گیا ہارون رشید ہی کے خلاف تھا دعویٰ، بلا لیا ہارون الرشید کو اُنہوں نے، آ گیا وہ لیکن جب آیا تو اُسے ذرا اُنہوں نے آرام سے بٹھایا یا معاملہ کیا تعظیم کا اُس کے ساتھ ایک طرح سے برابری کا نہیں کیا وہ جو دعویٰ کر رہا تھا اُس کے برابر کا نہیں کیا۔ وہ کہتے تھے مجھے اِس کا افسوس ہے اور رہے گا کہ اُس وقت جب یہ کیس پیش ہوا تھا اُس میں میں نے ایسا معاملہ کیوں کیا کہ اُس کو بنسبت اُس کے بہتر جگہ دی کھڑے ہونے کے لیے یا بیٹھنے کے لیے یا گفتگو کے لیے اِس کا مجھے افسوس ہے فیصلہ تو اُنہوں نے صحیح دیا فیصلہ اُس (بادشاہ) کے خلاف ہی دیا مدعی کے حق ہی میں دیا، صرف معاملے کو وہ کہتے تھے کہ یہ روّیہ جو ہے بس مجھے اِس کا افسوس رہے گا کہ ایسے میں نے برابری کیوں نہیں کی۔ امامِ اعظمؒ نے اِس بارے میں [1] بڑی محنت کی بہت زیادہ اور اُن کا فیض پھر بہت زیادہ چلا ہے یہ خدا کی طرف سے مقبولیت ہے وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ اِس کے مصداق امامِ اعظمؒ اَوّلین درجے میں بنتے ہیں اور سلمانِ فارسی ؓ بھی اور امام اعظم ؒ بھی فارسی ہی تھے یہ کابل کے رہنے والے تھے اِن کے والد یا دادا چلے گئے جاٹ برادری کے تھے جاٹ کو زوط کہتے ہیں عربی میں اور امامِ اعظمؒ کے ساتھ زوطی لکھتے ہیں۔

---

[1] فقہی علوم کے ماہر تیار کرنے پر

شاگردوں پر جو محنت کی ہے اور تنبیہ کی ہے نہایت عمدہ طریقے سے، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہو گئے امام صاحب گھر گئے اُن کو پوچھنے بیمار پُرسی کرنے اور ایک جملہ اُن کی زبان سے یہ نکل گیا کہ مجھے تو یہ توقع تھی کہ میرے بعد تم لوگ آؤ گے اور یہ علم کا کام سنبھالو گے۔ کہتے ہیں کہ امام ابو یوسفؒ کو پھر یہ خیال ہوا اور سچ مُچ بھی بہت بڑے فاضل ہو چکے تھے تو پھر جب صحت ہو گئی تو بجائے اِس کے کہ وہ امام صاحب کے پاس مجلس میں جا کر بیٹھتے اور مسائل سُنتے کیسے ہو رہے ہیں کوئی آ رہا ہے فتویٰ پوچھ رہا ہے وہ جواب دے رہے ہیں تو اُس سے اَنداز ہوتا تھا کہ یہ طریقہ ہے اِستنباط کا اور فلاں حدیث سے یہ مسئلہ اِنہوں نے لیا ہے اِس تربیت میں کمی رہ گئی تھی اُن کی۔ اُنہیں احساس نہیں ہوا کہ کمی ہے اُنہوں نے اپنا پڑھانا شروع کر دیا۔

تنبیہ اور تربیت کا اَنداز :

کہیں امام صاحبؒ نے پوچھا کہ کیا بات ہے اَب تک کیوں نہیں آنا شروع کیا اُنہوں نے، معلوم ہوا کہ وہ تو اپنے یہاں اِس طرح پڑھانے میں لگ گئے تو اُنہوں نے کہا کہ یہ تو اَبھی ٹھیک نہیں ہوئی بات۔ اُنہوں نے ایک طالب علم سے کہا کہ تم جاؤ وہاں اور اُن سے ایک مسئلہ پوچھو کہ ایک آدمی نے دھوبی کو کپڑے دِیے جب اُس سے لینے گیا تو اُس دھوبی نے کہا کہ نہیں دُھلے، وہ چلا آیا جب وہ چلا آیا تو وہ دھوبی کپڑے لے کر آ گیا کہ جناب یہ کپڑے ہیں آپ کے۔ تو یہ بتاؤ کہ اُس کی اُجرت دینی ضروری ہے یا نہیں، واجب ہے یا نہیں؟ تو اگر امام ابو یوسف یہ کہتے ہیں کہ اُجرت دے دھوبی کی کیونکہ دھو کر لایا ہے تو کہہ دینا کہ اَخْطَأْتَ غلطی کی یا جواب صحیح نہیں دیا آپ سے غلطی ہو رہی ہے۔ اور اگر وہ کہیں کہ اُجرت دینی واجب نہیں ہے تو بھی کہہ دینا کہ اَخْطَأْتَ یہ بھی غلط بات ہے یہ کہہ کر چلے آنا۔ اُس نے اِسی طرح کیا تو امام ابو یوسف پھر آئے امام صاحب کے پاس تو امام صاحب نے کہا کہ مَاجَاءَ بِكَ اِلَّا مَسْئَلَةُ الْقَصَّارِ تم جو آئے ہو یہ جو دھوبی کا مسئلہ ہے اُس کی وجہ سے آئے ہو۔ اُنہوں نے پوچھا کہ صحیح جواب کیا ہوگا؟ جواب تو دونوں ہو سکتے ہیں، جب دھو کر لایا ہے سیدھی سی بات تو یہی ہے کہ اُس نے دھوئے ہیں میلے تھے صاف کیے ہیں صابن لگایا ہے محنت کی ہے تو سیدھی سی بات تو یہی ہے جو پہلے میں نے جواب میں کہی تھی پھر جب اُس نے کہا کہ نہیں غلطی ہوئی ہے تم سے جواب میں، سوچا پورا نہیں ہے، پھر میں نے کہا واجب نہیں ہوئی پھر اُس نے کہا وہ بھی غلط ہے تو صحیح کیا ہے؟ تو امام صاحب نے فرمایا کہ دھوبی سے پوچھا جائے گا اَنداز کیا جائے گا وہ اُس نے کس لیے

دھوئے ہیں، دھوبیوں کی پُرانی عادت چلی آرہی ہے کہ بڑھیا کپڑے رکھ لیتے ہیں کہیں برات ورات میں جانا ہوتا ہے تو وہ دھوکر پہن کر شرکت کر کے پھر آ کر پھر دھوکر پھر مالک کو دے دیتے ہیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانے میں بھی تھی عادت۔

اب ایسی صورت میں مالک اور دھوبی میں اختلاف ہو جائے اور معاملہ عدالت میں آ جائے تو یہ پوچھا جائے گا اُس نے دھوئے کس کے لیے تھے؟ اگر کہیں بارات ورات میں جانا تھا تو پھر تو بتائے کہ واقعی اُس کے لیے دھوئے تھے، نہیں تو پھر اُس سے قسم لی جائے گی کہ واقعی اُس نے اِسی کے لیے دھوئے تھے، اگر اِسی کے لیے دھوئے تھے تو اُس نے پہلے کیوں کہا تھا کہ نہیں دُھلے، پہلے جو اُس نے کہا نہیں دُھلے تو اِس کا مطلب تو یہ ہے کہ وہ چھپا رہا ہے دھو چکا ہے اور چھپانے کا مطلب یہ ہے کہ کہیں بارات ورات میں دعوت میں جانا ہوگا وہاں کے لیے رَکھ لیے ہیں اُس نے کسی پارٹی میں جانے کے لیے، تو اگر وہ کہتا ہے کہ نہیں مجھے یاد نہیں رہا یا اِشتباہ ہوگیا تھا یا وہ گیا تھا پھر تو دیں اُس کی اُجرت واجب ہے ورنہ اُس نے اپنے لیے دھوئے تھے صاف نیت سے دھوئے ہی نہیں ہیں تو اُس کی اُجرت واجب نہیں ہوگی، یہی سزا بس کافی ہے اُس کے لیے کہ اُس کو اُجرت نہ دی جائے۔ تو گویا صحیح جواب جو ہوا اِس کا وہ یہ ہے۔

بہرحال اُنہوں نے اِس میں بڑی محنت فرمائی ہے کہ کسی بھی قسم کا مسئلہ کسی بھی اِنسان کو پیش آ سکتا ہے تو اُس کا جواب دیا جائے تو کیسے دیا جائے، اِس کی مشق کرائی ہے اور کہاں سے دیا جائے جواب، اُس کے لیے کیا اُصول ہوں گے وہ اُصول بھی بنائے جائیں گے تو وہ بھی صحابۂ کرامؓ کے اُصول کی روشنی میں اور رسول اللہ ﷺ نے جس طرح کیا اُس کی روشنی میں بنائے جائیں گے قرآن وحدیث ہی سے۔

اب یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک آدمی اِتنا کام کیسے کرسکتا ہے اِتنی عمر میں جتنی عمر اِن کی ہے اُس میں اگر حساب لگایا جائے تو کیسے کرسکتا ہے وہ کام، سوائے اِس کے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی عمر میں برکت عطاء فرما دی تھی اور اُن کی کوئی چیز بھی زبان سے نکلی ہوئی بیکار نہیں گئی کار آمد ہوتی رہی اور خدا نے اُن کے اَوقات میں ایسی برکت دی کہ وہ لمبی عمر والوں کے برابر کام کرسکیں [1] اُس کے اندر اور اِس کے سواء کوئی چیز نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل سے آخرت میں اِن کا ساتھ نصیب فرمائے، آمین۔ اختتامی دُعاء.........

---

[1] حضرت امام اعظمؒ کی عمر مبارک صرف ستر برس ہوئی، پیدائش ۸۰ھ میں اور وفات ۱۵۰ھ میں ہوئی۔